ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ
۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

قَالَ۔ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْيُ التَّعَدِّيْ وَالْاِسْتِطَالَةُ

ترجمہ۔ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے۔ کہ خاکساری اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، اور نہ ہی کسی کے مقابلہ میں فخر کرے (اس حدیث کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔

(اہل لغت نے "بغی" کے معنی زیادتی اور دست درازی کے بیان کئے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ آدمی ہلاک ہوگئے، تو وہی ان میں سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قطع تعلقات نہ کرو، اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور باہم بغض نہ رکھو، اور آپس میں حسد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کے بندو، بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑ دے (بخاری ومسلم نے اس روایت کو ذکر کیا)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور جو شخص تین دن سے زیادہ ناراض رہا اور اس عرصہ میں وہ مرگیا۔ تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا (ابوداؤد) علی شرط بخاری ومسلم

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَهُ وَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ، وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: اِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِيْ شَيْءٍ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کسی مومن کے لئے یہ چیز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین روز سے زیادہ ناراض رہے۔ سو اگر وہ تین روز اس حالت میں گزر جائیں تو اس سے جاکر ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے، اگر وہ سلام کا جواب دے دے، تو اس مصالحت کے ثواب میں دونوں شریک ہوگئے۔ اور اگر وہ شخص اس کے سلام کا جواب نہ دے تو وہ گنہگار ہوا اور سلام کرنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے بری ہوگیا ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے امام داؤد فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ ترک ملاقات محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو تو اس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے

وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین شب سے زیادہ چھوڑے رکھے دونوں باہم ملتے ہوں، تو ایک اس طرف منہ کرلے۔ اور دوسرا اس طرف منہ کرلے۔ اور ان میں کا بہترین وہ ہے جو سلام کہنے میں ابتدا کرے (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دو چیزیں لوگوں میں موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ جاہلیت کے کاموں میں مبتلا ہیں۔ ایک نسب میں طعن کرنا۔ دوسرے میت پر نوحہ کرنا (مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا۔

قلب و نظر پہ اس سے برستی ہیں عظمتیں
انسانیت نواز، پیام رسولؐ ہے
اس میں رچی ہوئی ہیں بہاریں بہشت کی
جس خطہ زمین میں قیام رسولؐ ہے

مضطر گجراتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۳ر محرم الحرام ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۴ر اپریل ۱۹۶۷ء | شمارہ ۴۹

حکومت اور علمائے کرام کی مشترک ذمّہ داری

ن - م

ایک مغربی مدبّر کا قول ہے کہ کسی قوم کو مادی جبر و استیلاء کے بغیر موت کی نیند سلانا ہو یعنی ذہنی و نظریاتی طور پر دائمی غلامی کے شکنجے میں کسنا ہو تو اس کا کلچر تبدیل کر دو۔ ٹھیک اسی قول سے انگریز نے برصغیر پاک و ہند کے باشندوں کو انگریزی تعلیم دینے کا جواز اخذ کیا تھا جس کا نتیجہ اس کی توقع کے عین مطابق برآمد ہوا اور یہاں کے لوگ بہ اعتبار نسل و رنگ تو ہندوستانی ہی رہے لیکن بہ اعتبار فکر و خیال یکسر مغربی ہو گئے انگریز نے یوں تہذیبی اور سیاسی لحاظ سے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی وہ عیسائی مشنریوں نے عیسائیت کے کھلے پرچار سے پوری کر دی

یہ ذہنی فلاکت اور نظریاتی انتشار جس سے لاتعداد مفاسد نے جنم لیا۔ انگریز یہاں سے رخصت ہوتے وقت میراث کے طور پر چھوڑ گیا تھا۔ مسلمانوں کے معاملے میں یہ دراصل ایک بھیانک قسم کا فتنۂ ارتداد تھا جو غیر شعوری طور پر پھیلا اور اکثریت کو متاثر و مسموم کر گیا۔ جب تک غیر ملکی حکومت کا انتداب بیرون پر مسلّط رہا۔ اس ذہنی ارتداد اور اعتقادی تغیّر کے انسداد کی کوئی موثر اور محسوس صورت عمل میں نہ لائی جا سکی۔ اس کے مقابلے میں تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی جو بھی کوششیں ہوئیں وہ صرف انفرادی کوششیں تھیں۔ ان میں اجتماعیت کا کوئی رنگ نہ تھا۔ اگر احساسِ زیاں کی بنیاد پر اکابر ملّت اجتماعی طور پر اس معنوی ارتداد کی روک تھام کے لئے کوئی تحریک چلاتے۔ تو نہ صرف عظمت گمشدہ کی بازیابی کی طرف ایک قدم اٹھ جاتا۔ بلکہ ہم اپنی تہذیبی و ثقافتی قدروں کو بھی کسی حد تک محفوظ کر لیتے۔ مگر افسوس کہ حالات کی نامساعدت اور انگریز کی اسلام دشمن پالیسی کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا بلکہ اس کے علی الرغم مغرب پسندی کا ذوق بڑھتا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جب کہ انگریز کو یہاں سے رخصت ہوئے ۲۰ سال گزر چکے ہیں۔ ہمارا معاشرہ اسی کی دکھائی ہوئی راہ پر چل رہا ہے۔ احکام خداوندی سے بے اعتنائی، دینی سیرت و کردار سے اعراض اور قوانین شرعیہ سے استہزاء ایک عام مشغلہ بن چکا ہے۔ تجدید اسلام کے داعی، اسلام کا حلیہ مسخ کرنے میں منہمک ہیں اور مغربی ممالک جن اخلاق سوز سماجی تجربوں کی تکمیل کے بعد اُن کے نتائج بھگت رہے ہیں ہم وہی تجربے کرنے میں مصروف ہیں۔ اعتراض اس پر نہیں کہ ہماری قوم نشو و ارتقاء کی راہ پر گامزن کیوں ہے؟ غم اس کا ہے کہ سینے حبّ اسلام سے خالی ہوتے جاتے ہیں۔ منبر سے لے کر سٹیج تک نگاہ ڈالئے لطائف عجیبہ و نکاتِ غریبہ سے مملوٗ مواعظ و تقاریر کا سلسلہ دکھائی دے گا۔ داد و تحسین کے نعرے بھی کانوں میں پڑیں گے اور مدح و تعریف کے دونگڑے بھی برستے ملیں گے پھر ان کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کے ولولے اور تعلیم و تعلّم کے غلغلے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ لیکن جیسے ہی یہ محفلیں برخاست اور وعظ خاموش ہوتے ہیں۔ اذہان کے پردوں پر فلمی کرداروں کے رقص و ساز متحرک ہو جاتے ہیں۔ سینماؤں اور کلبوں کی رونق بڑھ جاتی ہے۔ مختلف اخلاقی جرائم کی تحریکیں دلوں میں چٹکیاں لینے لگتی ہیں اور مسجد و مکتب کو سُونا دیکھ کر گمان ہونے لگتا ہے جیسے قوم کا ان سے کبھی رابطہ نہیں رہا۔ گویا سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ شرعی عمل کا خانہ بدستور خالی ہے۔ عوام و خواص ان مناظر کو دیکھتے ہیں۔ مگر اسے زندگی کے تفریحی پہلو سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ برسرِ اقتدار لوگ ان کیفیات سے آگاہ ہیں۔ مگر انہیں بدلنے کے لئے ان کے پاس فرصت نہیں۔ اہلِ مسند و ارشاد ان پر کڑھتے ہیں مگر اصلاحِ احوال اور نفاذِ شرع کے لئے اجتماعی اقدام نہیں کرتے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں "کتاب و سنّت" کے مطابق قوانین ابھی تک نہ تو مرتب ہو سکے ہیں اور نہ ہی ان کا نفاذ عمل میں آیا ہے۔ اور اس کی ذمّہ داری علماء اور عوام و حکّام سب پر عائد ہوتی ہے۔ پس اس وقت اسلامی تعلیمات کو مؤثر طریق سے عام کرنا، ذہنوں کو جزئیاتِ قانونِ شرعی سے روشناس کرانا اور عوامی سیرت و کردار کو صحیح اسلامی معیار پر لانے کی سعی کرتے رہنا نہایت ضروری ہے اور یہ کام علمائے کرام سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زبان سے "اسلامی قوانین" کی گردان کرنے سے نہ اسلامی قوانین مرتب ہو سکتے ہیں نہ نافذ۔ یہ تو مرتب کرنے سے مرتب ہونگے نفاذ کا مرحلہ بعد کا ہے۔ پھر یہ شق تو ہمارے آئین میں بھی موجود ہے کہ پاکستان کا قانون "کتاب و سنت" کے مطابق ہوگا لیکن قوم آج تک اس "قانون" کے لئے چشم براہ ہے۔ وہ کب تک مرتب اور نافذ

(باقی صفحہ [illegible] پر)

اعتذار

گذشتہ شمارہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ "روٹی کا مسئلہ اور قرآن" کے موضوع پر حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ کی معرکۃ الآراء تقریر زیرِ نظر شمارہ کی زینت بنے گی لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا جس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ انشاء اللہ یہ تقریر آئندہ شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام کی جائے گی۔

(ادارہ)

مجلسِ ذکر

اطاعت و فرمانبرداری اللہ اور اس کے رسولؐ کی کریں

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہِ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

(سورۃ النساء - ع ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسولؐ کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

اللہ تعالےٰ نے حکّام کو عدل و انصاف کا حکم فرما کر اب اوروں کو اولی الامر کی متابعت کا حکم دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی اطاعت جبھی واجب ہوگی جب وہ حق کی اطاعت کریں گے۔ حاکمِ اسلام بادشاہ یا اس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردارِ لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو ان کے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے خلاف حکم نہ دیں۔ اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کرے تو اس کے حکم کو ہرگز نہ مانے اور اگر تم میں اور اولوالامر میں باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو۔ کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف اور جو بات محقق ہو جائے اسی کو بالاتفاق مسلّم اور معمول بہ سمجھنا چاہئے۔ اور اختلاف کو دور کر دینا چاہئے۔ اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا۔ وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی طرف رجوع کرے گا اور ان کے حکم کی مخالفت سے بے حد ڈرے گا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جو اللہ اور رسولؐ کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں۔ اس لئے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں۔ ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں۔ دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اس کو بیشک کافر کہیں گے۔ ہماری اسی صورت میں بہتری اور کامیابی ہے جب ہم اپنے تنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کریں اور اللہ اور رسولؐ کے حکم کی فرمانبرداری کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

اس پاک سرزمین کو حاصل کرنے کے لئے علمائے ربانی اور مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ انگریز کے ناپاک قدم کو یہاں سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔ اسلام کے لئے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا۔ لیکن افسوس صد افسوس ہے کہ قانون انگریز کا بنایا ہوا ہی چل رہا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات اور قوانین کو کسی حکومت نے بھی نافذ نہیں کیا۔

ہماری حکومت کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جس نے عظیم قربانیوں کے بعد یہ ملک عطا کیا اور پھر اپنے فضل و کرم سے گذشتہ جنگ میں دشمن کے ناپاک ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا۔ اس لئے حکومت کے سربراہوں کا فرض ہے کہ جس مقصد اور آڈیل ( ) کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا اس کو پورا کریں۔ یہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات اور قوانین کے مطابق معاشی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی اور مصالحتی مسائل کو حل کیا جائے۔ غیر اسلامی قوانین کو ختم کر کے کتاب و سنت کے مطابق قوانین نافذ کئے جائیں۔

ہم سب کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے بقا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے اسلام قیامت تک قائم رہے گا۔ حالات یکساں نہیں رہتے۔ کل کے گدا آج شاہ ہیں اور آج کے شاہ کل گدا ہوں گے۔ قیامت کے دن ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جب خلیفہ بنے تو سب سے پہلے حضرت عمر رضؓ نے آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ حضرت صدیق رضؓ نے سب سے پہلے خطبہ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا کہ جب تک میں دینِ حق کی اطاعت کروں تم میری پیروی کرنا۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف چلوں یا حکم دوں تو میری اطاعت بالکل نہ کرنا۔ بلکہ مجھ کو سیدھا کر دینا۔

ان کے خلیفہ بنتے ہی کئی فتنے کھڑے ہو گئے۔ لیکن آپ رضؓ نے سب فتنوں کو ختم کر دیا۔ ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت عمر رضؓ درمیان میں آگئے

۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۷ر اپریل ۱۹۶۷ء

قرآنِ عزیز کی صرف ایک آیت پر عمل سے بیشتر بدعنوانیاں اور معاشرتی برائیاں دُور ہو سکتی ہیں!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفٰی: امّا بعد: فاعوذ باللہِ من الشّیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:-

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

مالِ حلال کا کھانا تو صرف روزے کی حالت میں منع ہے اور مالِ حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے۔ (یعنی تمام عمر مالِ حرام سے پرہیز اور بچنا لازم اور ضروری ہے) اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائز یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کھانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔ نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق ہونے کا علم بھی ہو۔

حاصل

یہ ہے کہ۔ (۱) آپس میں ایک دوسرے کا مال کسی بھی ناجائز طریقے سے اپنے تصرّف میں نہ لاؤ۔

(۲) جھوٹے دعووں، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلف ناموں، اہلکاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں سے ہر حال میں بچو۔

(۳) حاکموں کو اپنا طرفدار بنانے کے لئے مال کو ذریعہ نہ بناؤ اور نہ تحفے تحائف اور ڈالیاں دے کر حکّام پر اپنا اثر ڈالو۔

اسلامی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان خدا و رسولؐ کے احکام بسرو چشم بجا لائے، افرادِ امت کے اندر تقوےٰ کی روح دوڑ جائے اور وہ پاکیزہ نفس ہو جائیں۔ عبادات و فرائض کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہی اسی لئے کی گئی ہے کہ انفرادی طور پر بھی اُن کا تزکیۂ نفس ہو جائے اور اجتماعی طور پر بھی وہ پاکیزہ ترین اور بے نظیر امّت کہلائے جانے کے مستحق ٹھہریں۔

روزہ کی فرضیت کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے اندر حلال چیزوں کو چھوڑنے کی عادت اس لئے پیدا کریں کہ آئندہ ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال اُن کے لئے چھوڑنا مشکل نہ رہے۔ مالِ حرام سے بچنا ان کے لئے آسان ہو جائے اور وہ اس سے قطعی پرہیز کریں —— غرض خلاصہ یہ ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ روزوں کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کر دیا جائے بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دیا جائے۔

محترم حضرات

کون نہیں جانتا کہ مل جل کر رہنے سے تبادلۂ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے صاف اور برملا طور پر فرما دیا گیا ہے کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کر کے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ لوٹ مار کرنا، قماربازی میں الجھنا، دھوکے فریب، چالبازی اور دیگر باطل طریق سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کر دینا چاہئے —— ایسے ہی گانے بجانے کی اجرت، شراب کا کاروبار (شراب بنانا اور اس کی خرید و فروخت وغیرہ) رشوت لینا، رشوت دینا، جھوٹی گواہی دینا، امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا مال ناحق کھانا سب باطل طریقے ہیں۔ جو یکسر چھوڑ دینے چاہئیں —— پھر قرآن عزیز نے اس کا فیصلہ زیادہ تر لوگوں کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے۔ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کرے، اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے، اعمال کے حساب کا ڈر اپنے اندر رکھے، ہر معاملہ دیانتداری اور امانت کے ساتھ کرے اور ہر حال میں خدائے علیم و بصیر کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھے —— دوسروں سے دھوکہ ہو سکتا ہے لیکن قادرِ مطلق خدا اور دلوں کے بھید جاننے والے آقا و مولا کو کون فریب دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ مذکورہ آیت میں قرآنِ عزیز نے سوسائٹی میں عدل و انصاف قائم رکھنے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر نہ صرف یہ کہ رشوت کا قلع قمع کر دیا۔ بلکہ ایسی احتیاطی تدابیر

بھی اختیار کیں کہ اس کی طرف رہنمائی کرنے والے تمام راستے ہی مسدود کر کے رکھ دئے۔ چنانچہ پہلے اس بات پر زور دیا کہ نذرانے، ڈالیاں دعوتیں اور رشوت کے دوسرے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر ڈالنا مقصود ہو ناجائز ہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں حاکم غیر جانبدار نہیں رہ سکتے۔ جانبداری ان میں راہ پا جاتی ہے، انصاف کی ترازو سیدھی نہیں رہتی ٹیڑھی ہو جاتی ہے، عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتا ہے، ظلم اور حق تلفی عام ہو جاتی ہے۔ جھوٹے دعوے، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیاں، جھوٹے حلف نامے اور حق بات سے کنّی کترانا عام ہو جاتا ہے۔ اس طرح بدعنوانیاں بڑھتی ہیں، قتل و خون کا بازار گرم ہوتا ہے، چوری چکاری اور ڈکیتی کی وارداتیں ترقی پذیر ہوتی ہیں، عوام کے حقوق غصب ہوتے ہیں اور معاشرے میں مختلف قسم کے مفاسد جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے اسلام نے قانون بنا دیا کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری اہم بات یہ تلقین کی کہ ہر معاملہ میں اور لین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے ـــ اور برائی پر ملامت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت کے فیصلے بہر حال مقدمہ کی صورتِ حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہونگے اور ان میں ہر آن غلطی ممکن ہے کیونکہ کوئی جج اور حاکم عالم الغیب نہیں ـــ لہٰذا کسی حاکم کے فیصلے کے باوجود اصل مجرم اُن کی نگاہ میں مجرم ہے اور گناہگار اپنے گناہ کی سزا سے بچ سکتا ہے لیکن انسان کا اپنا ضمیر اسے دھوکہ نہیں دے سکتا اور یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہے گی کہ جو حق ہے وہ عند اللہ حق ہی رہے گا اور جو ناحق ہے وہ اللہ کے ہاں ناحق ہی شمار ہو گا۔ اگرچہ حکام کا فیصلہ اس کے خلاف ہی ہو۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ جو لوگ اپنی چرب زبانی سے، سخن سازی سے اور اثر و پیروی سے جھوٹے مقدمات جیت جاتے ہیں انہیں اور زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ کہ ان پر علاوہ دوسرے جرائم اور فریقِ ثانی کی حق تلفی کے ایک مزید جرم حاکمِ عدالت کو فریب دینے کا بھی عند اللہ عائد ہوتا ہے۔

حدیث شریف

میں آتا ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس مقدمہ آتا ہے۔ مدعی چرب زبانی سے دعوے ثابت کر دیتا ہے حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے۔ میں اس بیان کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔ آمین

برادرانِ عزیز! قانونِ خداوندی کی ان شقوں کو سامنے رکھئے اور اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائیے کہ قانونِ اسلامی کے عدم نفاذ کے باعث اور تعلیماتِ اسلامیہ سے جہالت کے سبب سے کس قدر گمراہیاں اور بدعنوانیاں ملک اور معاشرہ میں راہ پا چکی ہیں۔ صرف رشوت ہی جو کہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ ملک میں اس قدر عام ہے اور اس کی وہ گرم بازاری ہے کہ العیاذ باللہ ـــ انصاف کا قانون اس کے مقابلے میں قطعی بے جان نظر آتا ہے اور ہر طرف "دام بنائے کام" کی مثل زبانِ حال سے اپنی صداقت کا اعلان کرتی نظر آتی ہے، ہر کام رشوت سے نکلتا ہے اور یہ الفاظ ہر شہری کی زبان سے سنے جا سکتے ہیں کہ مطلب برآری صرف دو صورتوں میں ہو سکتی ہے یا کوئی رشوت دے یا کسی صاحبِ اقتدار کی سفارش سے کام نکالے۔ (باقی صـ۱۱ پر)

بقیہ: مجلس ذکر

کہنے لگے کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کرنے لگے ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان ہیں۔ تو حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! زمانہ جاہلیت میں تو تم بڑے زبردست تھے۔ اب تم بزدل بن گئے ہو۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ اونٹ کی رسی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے اس کے دینے سے انکار کریں گے تو پھر بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔"

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سرکوبی نہ کرتے تو ایک فرقہ ایسا اٹھ پڑتا جو نماز سے منحرف ہو جاتا اور دوسرا ایسا اٹھ پڑتا جو حج سے انکار کر دیتا اس طرح سارا دین ختم ہو کے رہ جاتا۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچا مقام اور درجہ صدیق اکبرؓ کا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے سب سے اونچا کام لیا۔ انہوں نے اللہ کے فضل و کرم سے دین کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا لیا۔ اگر اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ اور کوئی خلیفہ ہوتے تو لازماً دین خراب ہو جاتا۔ اور ٹکڑے میں ہی ختم ہو کر رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ان صحابہ کرامؓ، آئمہ کرام اور بزرگانِ دین کے طفیل اور واسطے سے ہم تک دین اسلام مکمل ضابطۂ حیات اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے اصول و قوانین لے کر پہنچا ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی کو بسر کریں۔ اور آئندہ نسلوں تک اس نسخہ کیمیا کو پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اس کے معنی و مطالب سمجھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے (آمین!)

اسلام جہاں عبادات کا حکم دیتا ہے وہاں وہ اخلاق کو سنوارنے کے اصول و قوانین بھی بتاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری موجودہ حکومت کو قوانین اسلامی کو رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کفر و الحاد، بیحیائی، اور بے دینی کو ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

دریا جس طرح خود راستہ بناتا ہے وہ کسی راستے کا محتاج نہیں، اسی طرح قرآن مجید اپنا راستہ آپ بناتا ہے وہ اپنے قوانین خود سنوارتا ہے۔ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو اسلامی قوانین کو جاری اور نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

اثر خامہ:- اکرم دہلوی
مرسلہ:- مولوی جمیل احمد صاحب میواتی

اسلام ایک کامل و مکمل اور عالمگیر دین ہے۔ اس کی تعلیمات ایسی جامع مانع اور ایسی زندہ جاوید ہیں جو ہر زمانے کے تغیر اور انقلابات کا ہر جگہ بآسانی مقابلہ کر سکتی ہے۔ اسی کے ساتھ ہی قدرت خداوندی کی بنا پر اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص عطا کئے جاتے ہیں۔ جو ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر امت کے لئے عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح دین کو تازہ اور امت کو سرگرم عمل رکھتے ہیں۔ انہیں اشخاص کی فہرست میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم کا نام گرامی بھی ہے۔ جن کے فیض نگاہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حرارت ایمانی کی دولت سے سرفراز ہو چکی ہے۔ اور آج بھی یہ خضر وقت اس گم کردہ راہ امت کو راہ راست پر لانے کی پوری پوری کوشش میں مصروف ہے — اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی ذات اقدس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

ہم اپنے اس مضمون کے ذریعہ حضرت شیخ مدظلہ کی مختصر سے سوانح حیات سے آپ کو روشناس کرا رہے ہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے آپ حضرت شیخ مدظلہ العالی کے خاندان کے لوگوں کا تذکرہ بھی بالاختصار ملاحظہ فرمالیں۔ اس طرح جہاں آپ اس "قصہ پارینہ" سے "داغہائے سینہ" میں تر و تازگی پائیں گے وہاں یہ محسوس کئے بغیر بھی نہ رہ سکیں گے۔ کہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی مشہور مثل اسی جیسے خاندان کو پیش نظر رکھ کر کہی گئی ہے — ہم یہ خاندانی تذکرہ مولانا احتشام الحق صاحب کاندھلوی کی تالیف تذکرہ حالات مشائخ کاندھلہ سے نقل کر رہے ہیں —

حضرت مولانا اسماعیل صاحب رح

آپ کے جدامجد حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب رح مشہور "مردم خیز" "قصبہ جھنجھانہ" میں پیدا ہوئے اور وہی آپ کا آبائی وطن تھا۔ نہایت ہی عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ شاہی خاندان میں مرزا الٰہی بخش کے ہاں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کر لینے کی وجہ سے ۱۸۵۵ء میں دہلی میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ مرزا صاحب موصوف نے جو آپ کے عقیدتمندوں میں سے تھے بستی حضرت نظام الدین میں اپنی قیام گاہ کے قریب ہی آپ کے لئے ایک گھر اور اسی سے متصل ایک مسجد بھی تعمیر کرا دی تھی جو مرزا صاحب کے بنگلہ کے قرب کی وجہ سے بنگلہ والی کے نام سے موسوم ہوئی۔

علاوہ اس مشاہرہ کے جو مرزا صاحب کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ آپ کے متعلقین اور خدام کا کھانا بھی مرزا صاحب ہی کے یہاں سے خصوصی اہتمام کے ساتھ آتا تھا۔ دس پندرہ طلبا ہمیشہ پاس رہتے تھے۔ جو عموماً میواتی ہوتے تھے۔ آپ ان کو قرآن شریف اور ضروری مسائل کی تعلیم دے کر واپس بھیج دیتے تھے۔ تاکہ وہ میوات میں جاکر دینی خدمات انجام دیں۔ احسن المسائل اور ترجمہ شرح وقایہ منتہیانہ نصاب تھا — آپ کی کیمیا اثر صحبت کا یہ ثمرہ تھا کہ اس درسگاہ کے تعلیم یافتہ طلبا زہد و عبادت، تقویٰ و دینداری، دین پر مرمٹنے کا جذبہ، اور دینی امور میں اتنی جامع مانع اور مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ جو موجودہ دور کے اکثر علماء کے لئے یقیناً قابل رشک ہے

آپ کو "مرتبۂ احسان" حاصل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رح سے طریق سلوک کے حصول کی خواہش کی تو حضرت رح نے فرمایا آپ کو اس کی حاجت نہیں۔ جو کیفیت اس طریق اور ذکر و اذکار سے مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے — حضرت مولانا کو قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شغف تھا۔ رات کو خصوصیت سے اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی طاعت و عبادت میں مشغول رہے — آپ کی طبیعت اتنی صلح کل واقع ہوئی تھی کہ کسی کو آپ سے کوئی شکایت نہ تھی۔ بے ہمہ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے باہمہ بنا دیا تھا۔ آپ کی للہیت خلوص اور بے نفسی ایسی آشکارا تھی۔ کہ دہلی کی مختلف الخیال جماعتیں جو اس زمانے میں ایک دوسرے سے سخت متوحش اور متنفر تھیں اور اُن میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ ان کے پیشواؤں کو آپ کی ذات سے بلا اختلاف عقیدت تھی —

وفات حضرت مولانا رح بیمار ہو کر دہلی منتقل ہوئے۔ کھجور والی مسجد واقع تراہا بہرام خاں میں بغرض علاج قیام فرمایا۔ مگر وقت موعود آچکا تھا۔ علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ۱۴ شوال ۱۳۱۵ھ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جنازہ بستی حضرت نظام الدین لے جاکر بنگلہ والی مسجد کے ایک گوشہ میں دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ رحمۃً واسعۃ

اولاد حضرت مولانا اسمٰعیل رح کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی اہلیہ سے حضرت مولانا محمد صاحب رح پیدا ہوئے ان اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ کی دوسری شادی کاندھلہ کے اک ممتاز علمی خاندان میں ہوئی شادی کے بعد حضرت مولانا اس خاندان سے ایسے مربوط اور وابستہ ہوئے۔ کہ جھنجھانوی کی بجائے کاندھلوی بن گئے۔ ایک چھوٹا سا رہائشی مکان بھی کاندھلہ میں تعمیر کرا لیا۔ ان حرم محترم سے ایک صاحبزادی اور دو نامور صاحبزادے حضرت مولانا یحییٰ صاحب رح اور حضرت مولانا الیاس صاحب رح پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا محمد صاحب رح

آپ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے حلم و تواضع، رحمت و شفقت، خشیت و انابت کی مجسم تصویر اور عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھوناً کا ایک نمونہ۔ کم گو، عزلت پسند اور اپنے کام سے کام رکھنے والے بزرگ تھے۔ متوکلانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب رح کی جگہ پر بنگلہ والی مسجد، نظام الدین ہی میں فرما تھے اور پدر بزرگوار کے جاری کردہ مدرسہ کو توکل و قناعت پر چلایا کرتے تھے۔

(انتخاب از تذکرہ حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۷)

یوں تو آپ کے شاگردوں کی تعداد

دہلی اور میوات میں خاصی تھی۔ لیکن جو تعلق آپ کو اپنے عزیز شاگرد و مولانا عبدالسبحان صاحبؒ (بانی مدرسہ سبحانیہ) سے تھا وہ کسی اور سے نہ تھا ادھر مولانا عبدالسبحان صاحبؒ بھی اپنے شفیق استاد پر پروانہ وار نثار تھے۔ گویا ع۔ دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی — حضرت مولاناؒ دہلی میں مسجد نواب والی جیسی اپنی مخصوص جگہ کے لئے بھی اپنے اسی عزیز شاگرد کا انتخاب فرمایا۔ گو آپ کی جدائی مولانا عبدالسبحان صاحبؒ کے لئے ناقابل برداشت تھی تاہم آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اسی جگہ کے قیام کے دوران دہلی میں موجود ماہرین علم وفن سے علوم وفنون کی تکمیل کی —

وصال

حضرت مولانا محمد صاحبؒ پر جب مرض الموت کا حملہ ہوا۔ تو آپ نظام الدین سے اپنے محبوب شاگرد کے پاس نواب والی مسجد تشریف لے آئے — موت کے وقت محبوب کا دیدار اور اس کی قربت کا احساس عاشق کے لئے بڑا ہی مسرت آگیں ہوتا ہے۔ حضرت مولاناؒ نے جس وقت اس دنیا کو خیر باد کہا ہے۔ تو وہ بھی اپنے چہیتے اور لاڈلے شاگرد کی قربت کے خوشگوار تصور سے ہمکنار تھے ؎

بہ چہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

شب جمعہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ جنازہ دہلی سے لے کر نظام الدین میں والد بزرگوار کے آغوش میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے جانشین

آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی لیکن آپ کو اس کا غم بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ اب اولاد سے بہتر اپنا جانشین چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور یہ شخصیت آپ کے شاگرد حضرت العلامہ مولانا عبدالسبحان صاحبؒ میواتی کی تھی جو اخلاق و عادات زہد و اتقاء عجز و انکساری اور عزلت پسندی میں آپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ مولانا موصوف کو بھی جو والہانہ تعلق اور محبت حضرت مولاناؒ سے تھا اسی کا اثر تھا کہ انھوں نے نہ صرف حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے محامد و اخلاق اور عادات و اطوار کو اپنایا بلکہ دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے حتیٰ کہ شکل و صورت تک میں بھی حضرت مولاناؒ سے مشابہت تامہ پیدا ہو چکی تھی اور وہ زبان حال سے امیر خسرو کے ہم آہنگ تھے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضرت مولانا عبدالسبحان صاحبؒ تن تنہا تقریباً نصف صدی تک انتہائی توکل و قناعت کے ساتھ مدرسہ سبحانیہ میں دینی تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۵ رشوال ۱۳۷۷ھ کو اس پیکر علم وعمل نے اسی احاطہ میں جان جہاں سے کبھی آپ کے شیخ حضرت مولانا محمد صاحبؒ کا جنازہ اُٹھا تھا۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے قبرستان میں مدفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ

مسجد نواب والی

تیرا ہر گوشہ کہ منزل گاہ الہامات ہے
مکتب عرفاں ہے یا گہوارۂ جذبات ہے

حضرت مولانا محمد صاحبؒ کی اس مسجد پر توجہ اور اس میں حضرت مولانا عبدالسبحان صاحبؒ کا مستقل قیام۔ انہیں دو چیزوں کی برکت ہے کہ ہر دور کے علماء صلحاء اور مشائخ وقت کی توجہ بھی اس مسجد کی طرف منعطف رہی۔ اس کے در و دیوار پوچھ دیکھئے تو وہ آپ کو حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کی امامت اور قرآن پاک سے آپ کا شغف، صاحبزادہ بلند اقبال کے ایام طفلی کے دلچسپ حالات، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا جذبۂ تبلیغ اور اس کی لگن، قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائپوریؒ کی پرکیف مجالس اور ۱۹۵۰ء کے رمضان المبارک میں آپ کے قیام کے روح پرور مناظر کی دلچسپ داستان بلا کم و کاست سنا دیں گے۔ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کی آمد پر جو خصوصی اہتمام اور گہما گہمی یہاں ہوتی تھی۔ اس کا تذکرہ بھی یقیناً اس داستان میں شامل ہوگا —

میوات کو بے دینی اور جہالت سے نکال علم وعمل سے روشناس کرانے کی جو آرزو اور تمنا حضرت مولانا محمد صاحبؒ نے اپنے والد ماجدؒ سے ورثہ میں پائی تھی اس کو اُن کے جانشین مولانا عبدالسبحان صاحبؒ نے اسی مسجد کے احاطہ میں مدرسہ "زینت العلوم" (جو بعد میں مدرسہ سبحانیہ کے نام سے مشہور ہوا) قائم کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اور آج بھی یہ مدرسہ جس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے بفضلہ تعالیٰ انہیں اکابرین کی دعاؤں اور بانی مدرسہ کے خلوص کے طفیل تحریک کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ

آپ جمعرات کے روز ۱۲۹۸ھ کی چاند رات کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام بلند اختر ہے آپ فطرتاً ذہین و ذکی اور طبعاً نظیف اور لطیف المزاج پیدا ہوئے تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حفظ قرآن کے زمانہ میں ہی آپ نے فارسی کی بہت سی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں حفظ قرآن کے بعد چھ مہینہ تک مسلسل والد صاحبؒ کی طرف سے اس بات پر مامور رہے کہ دن میں ایک مرتبہ ضرور پورے قرآن کو حفظ پڑھا کرو مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن مجید ختم کر لیا کرتا تھا۔ چھ مہینہ کے بعد والد ماجد نے خود ہی عربی پڑھائی شروع کی کچھ دنوں بعد مدرسہ حسینیہ میں داخل ہوئے۔ عربی ادب میں آپ نے اتنی مہارت حاصل کر لی تھی۔ کہ کہ نثر اور نظم دونوں بے تکلف لکھتے۔ ادب کی اکثر محض اپنے حافظہ سے لکھ کر طلباء کو دے دیتے تھے اور چلتے پھرتے نہایت بے پروائی کے ساتھ پڑھا دیتے تھے

معقولات کی اکثر کتابیں آپ نے کاندھلہ ہی میں فنون عقلیہ کے مشہور استاد مولانا بداللہ صاحبؒ سنبھلی سے پڑھیں۔ مگر مولانا موصوف علم ادب سے نا آشنا تھے۔ اس لئے ایک گھنٹہ آپ اُن سے حمداللہ پڑھتے اور ایک گھنٹہ وہ آپ سے مقامات پڑھا کرتے تھے۔ مولانا فرمایا کرتے تھے۔ کہ "حمد اللہ" میں اٹھارہ دن میں پڑھی۔ ظہر کے بعد اس کا سبق ہوتا تھا۔ میں صبح سویرے ہی حمداللہ اور اس کے حواشی لے کر مطالعہ دیکھنے کے لئے نانی اماں کے مکان کی چھت پر جا بیٹھتا۔ بعد اوقات "حمداللہ" کے سبق میں بحث ہو جاتی۔ میں نے جو مطلب اپنے مطالعہ سے اخذ کیا تھا وہ اس کو غلط بتاتے اور دوسرے عنوان سے تقریر فرماتے میں عرض کر دیا کرتا تھا کہ مطلب تو یہی ہے جو میں نے اخذ کیا ہے۔ بکہ گفتگو مقامات کے گھنٹہ میں کرونگا۔ ورنہ میرا سبق ناقص رہ جائے گا — آپ کی علمی استعداد اور فنون نقلیہ کے ساتھ فنون عقلیہ کی مہارت تامہ نو عمری ہی میں مسلّم اور مشہور ہونے کے ساتھ علماء عصر میں حیرت کی نظروں سے دیکھی گئی۔ مگر اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اکثر کتابیں آپ نے خود دیکھی ہیں اور استاد سے بہت ہی کم پڑھی ہیں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

ایم۔ عبدالرحمن لودھیانوی، شیخوپورہ

انسان اشرف المخلوقات ہو کر انجام سے غافل ہے

سورہ تین میں اللہ تعالےٰ نے متبرک مقامات طورسینا اور مکہ معظمہ، کثیر المنافع اور جامع الفوائد میوے انجیر اور زیتون کی قسم کھا کر فرمایا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو نہایت اچھے سانچہ میں ڈھالا اور ظاہری و باطنی خوبیاں اُس کے وجود میں جمع کی ہیں اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ٥ پ ۳۰ ع ۲۰

ترجمہ۔ تحقیق ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

؎ حق نے کھینچی ہے تیری تصویر اپنے ہاتھ سے

اس کے تناسب اجزا کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جائے، ناک ہے تو کتنی؟ اور کس موقعہ پر؟ آنکھیں ہیں تو کیسی؟ اور کس موقعہ پر، بھوؤں اور پلکوں کی خوبصورتی اس نرگسی آنکھ کا (جس کی سفیدی اور سیاہی کبھی عاشق کو گمراہ کر رہی ہے اور کبھی ہدایت پر لا رہی ہے) اور بھی حسن بڑھا رہی ہے پھر ہاتھ پاؤں ہیں تو ایسے قد ہے کہ سرو کو شرما رہا ہے، رخساروں کی خوبی آفتاب و مہتاب کو ماند کر رہی ہے سُرخ لب یاقوت بدخشاں، اور دُر دنداں، مروارید عدن کی لڑی کو شرما رہے ہیں دیگر حیوانات اور انسان کو ملا کر دیکھا جائے تو قدرتِ حق کا تماشہ نظر آئے۔

پھر اس کے باطن میں کیا کیا قوتیں عطا کیں۔ چنانچہ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ شکل و صورت سے تو پاک ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اُس کی کوئی مثل نہیں اور خالق مخلوق جیسا نہیں۔

پھر صفات ہی کی طرف اشارہ سمجھنا چاہئیے۔ انسان باطنی لحاظ سے ایک عجیب مجموعہ ہے۔ تمام جہان کا نمونہ ہے۔ سینکڑوں دریا جوش زن ہیں سینکڑوں نہریں پڑی بہ رہی ہیں۔ آتش فشاں مادّے بھی ہیں۔ بڑی بڑی پر خار وادیاں بھی ہیں جن کے بھولے کو خضرؑ ہی رستہ بتائیں تو بتائیں اب ان چاروں نہروں ہی کو دیکھئے رات دن کس زور و شور سے بہا کرتی ہیں۔ شہوت کی نہر، غصہ کی نہر، طمع کی نہر، اور خیال کی نہر اگر یہ ٹھیک ٹھیک ہیں تو خیر اور جو طغیانی پر آجائیں۔ تو پھر ان کے ڈوبے کبھی نہ اُبھریں اسی طرح محبت و عشق کی نہریں، علم و ادراک کُلیّات و جُزئیات، مادیہ و معانی کے دریا رواں ہیں قوائے ملکوتیہ کے بلند پہاڑ ہیں اور قوائے بہیمیہ کی خار دار وادیاں اور ہیبت ناک گڑھے بھی ہیں جن میں سانپ بچھو اور زہریلے جانور رہا کرتے ہیں اور اس عالم کبیر پر ظلمات کی رات اور انوارِ حق کا دن بھی آتا ہے اور تجلّی ذات کا آفتاب اور نور روح کا ماہتاب اور انوار لطائف کے ستارے بھی چمکا کرتے ہیں یہ تو اُس کی فطری حالت ہے۔ اب جس نے اس کی اصلاح کی اور اُن وادیوں، گندہ نہروں اور ظلمات سے بچنے میں کوشش کی وہ سعادت کے ملک کا بادشاہ بن گیا۔ (حقانی)

(۲) قسم ہے انجیر، زیتون، طور سینا اور مکہ معظمہ کی کہ بے شک ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب میں پیدا کیا اگر اس کا ظاہر دیکھئے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھ موصوف ہے قد و قامت اور دوسرے اندامون کی خوبی اور تناسب میں بے نظیر ہے۔ گردن اس کی نہ اونٹ کی سی لمبی ہے نہ کچھوے کی طرح بہت چھوٹی، ناک اس کی نہ ہاتھی کے سونڈ جیسی لمبی ہے نہ اور چوپاؤں کی طرح بے معلوم، اسی طرح دیگر اعضاء میں اگر غور و فکر کیا جائے تو اُس کے حسن و جمال کی کیفیت معلوم ہو۔

انسان کو اگر کوئی شخص آفتاب یا مہتاب سے تشبیہ دیتا ہے۔ تو وہ اس کی ہجو کرتا ہے۔ کیونکہ آفتاب کے رخسارے پر تل کہاں ہے؟ اور ہنستے وقت موتیوں کی لڑی مُنہ میں کہاں ہے چاند میں سوائے چمک اور روشنی کے اور کچھ نہیں ہے لیکن انسان میں چاند کی سی پلکیں سُرمہ والی.... جادو بھری... نگاہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فتح و نصرت جاری کی ہے۔

؎ من ماہ ندیدہ ام کُلاہ دار
من سرو ندیدہ ام قبا پوش

دنیا میں کسی جاندار کی صورت کثیرہ عبادتوں کے لائق نہیں ہے سوائے انسان کے کیونکہ وہ قیام، رکوع اور سجود سب کر سکتا ہے

اگر انسان کے باطن کے معنی پر غور کریں۔ تو چار عالم اس نُسخہ جامعہ میں لپٹے ہیں۔ عالم شہوت۔ عالم غضب، عالم وہم اور عالم خیال، اور ان چار عالموں کو غیبی حاکم کے حکم کا مُسخّر اور تابعدار کیا ہے اور اس حاکم کو.... شرع کی نورانی مشعل سے آنکھوں کی روشنائی بخشی تاکہ اس نور سے بھلے بُرے کو پہچان لے پھر جب اس حاکم کا حکم ان چاروں عالم پر غالب ہوتا ہے تو آدمی بڑے مرتبہ کے کمال اور جامعیت کو پہنچتا ہے۔

(۳) خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ٥ پ ۲۷ رکوع ۱۱ ترجمہ۔ اللہ نے انسان کو بنایا پھر اس کو بات کرنا سکھلایا)

اللہ تعالےٰ نے آدمی کی ذات کو پیدا کیا اور اُس میں علم بیان کی صفت بھی رکھی یعنی قدرت دی کہ اپنے ما فی الضمیر کو نہایت صفائی اور حُسن و خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات کو سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ وہ قرآن سیکھتا سکھاتا ہے اور خیر و شر ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی زندگی کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو قوت گویائی بخشی ہے جو دوسرے جانداروں کو نہیں دی گئی۔

(۴) اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ٥ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ٥ وَ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ٥ پ ۳۰ ع ۱۵ ترجمہ۔ بھلا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ زبان اور دو ہونٹ؟ اور اس کو دکھلا دیں دو گھاٹیاں۔

(مطلب) اللہ تعالےٰ نے دیکھنے کے لئے دو آنکھیں دیں۔ زبان سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔ خیر اور شر دونوں کی راہیں تبلا دیں تاکہ بُرے راستے سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے اور یہ تبلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء اور رُسل

کی زبان سے،

(۵) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ (سورہ الدھر پ ۲۹ ع ۱۹)

ترجمہ۔ ہم نے انسان کو راہ سجھائی آیا یہ حق مانتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلّف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے اسی لئے اُسکو سننے اور دیکھنے اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں۔ جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سجھائی جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے، لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا اور بعض نے ناشکری کی۔ دونوں کا انجام علیحدہ علیحدہ ہے۔ نیکوں کے لئے جنت بدکاروں کے لئے دوزخ،

(۶) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ پ۱ ع ۴

ترجمہ۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں اس زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں اُس کو قائم کرتا ہے جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری خوبیاں پڑھتے ہیں۔ اور تیری پاک ذات کو یاد کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک مجھے معلوم ہے۔ جو تم نہیں جانتے۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو ہر ایک چیز کا نام معہ اُس کی حقیقت اور خاصیّت کے اور نفع و نقصان کے تعلیم فرمایا اور یہ علم اُن کے دل میں بلا واسطۂ کلام القاء کیا کیونکہ بغیر اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے، اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مُطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے مذکورہ امور کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اس بات میں (کہ) تم کار خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام اور احوال بتاؤ لیکن اُنھوں نے اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بغیر اس کمال علم کے کار خلافت کیسے انجام دیا جا سکتا ہے؟

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ پ۱۵ ع،

ترجمہ۔ اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی۔ اور ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے روزی دی اور ہم نے ان کو بہتیروں سے بڑائی دیکر بڑھایا

تفسیر:- آدمی کو حُسنِ صُورت، نطق، تدبیر اور عقل و حواس عنایت فرمائے۔ جن سے دنیوی و اُخروی منافع و نقصانات کو سمجھتا اور اچھے بُرے میں تفریق کرتا ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا ہے سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے مکانات اور دنیوی آسائش و رہائش کے سامانوں سے نفع اٹھاتا ہے۔ ان ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے مسجود ملائکہ بنایا اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالےٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی (تفسیر عثمانی)،

ہم نے ذات میں، جسم میں، صورت میں، اوصاف میں، علم میں انسان کو دیگر مخلوقات پر عزت دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اس کو بزرگی دی۔ قوائے باطنیہ کے زور سے جنّ اور فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۱) اللہ نے آدمی کو جسم، علم، عقل، صورت اعضاء کی ساخت، ذریعہ حصول معاش اور رہنے سہنے کے طریقوں کے اعتبار سے عزت عطا فرمائی۔ یہ عزت نہ فرشتوں کو حاصل ہے نہ کسی اور مخلوق کو۔

(۲) خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کے لئے سواریاں عطا فرمائیں خشکی میں اس کے مناسب اور پانی میں اس کے لائق علیحدہ علیحدہ قسم کی سواری دی۔ گھوڑا۔ ہاتھی، اونٹ۔ ریل، گاڑی، موٹر، ٹانگہ۔ ہوائی جہاز کشتی، ناؤ، دخانی جہاز وغیرہ سب اسی کے انعامات ہیں۔

(۳) جو عمدہ عمدہ غذائیں، دوائیں، میوے۔ غلے، دودھ، دہی، مکھن، پنیر گھی اور زمین کی مختلف پیداوار انسان کو کھانے کے لئے عطا فرمائی۔ وہ کسی مخلوق کو نہیں دی۔

(۴) عناصر سے لے کر ملائکہ تک جو ترتیب انواع و اجناس ہے باعتبار نوع کے سب پر انسان کو فضیلت عطا کی۔ لیکن افراد کے اعتبار سے مخلوق کے بیشتر حصّہ سے زیادہ انسان کو تکرّم کیا جمادات میں قوت نمو نہیں۔ انسان کو قوت نامیہ عطا فرمائی۔ نباتات میں نموّ ہے مگر حس نہیں انسان میں قوت حِس بھی کامل طور پر ہے۔ حیوانوں میں حِس ہے۔ مگر دانش و فکر کی قوت نہیں۔ انسان میں عقل بھی ہے

خدا تعالیٰ نے تو انسان کو اشرف المخلوقات بنایا لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی اور بدعملی سے ذلّت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے کسی ایماندار اور نیکو کار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا۔ بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ پ۳۰ ع،

ترجمہ۔ اے آدمی! تو اپنے ربّ کریم پر کس چیز سے بہکا؟ جس نے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر تجھ کو ٹھیک کیا۔ پھر تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا۔ تجھکو جوڑ دیا

مطلب یہ ہے کہ تیرے اعضا کے جوڑ بند درست کئے اور حکمت کے موافق ان میں تناسب رکھا پھر مزاج و اختلاط میں اعتدال پیدا کیا۔ بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا بہکنے اور دھوکہ کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے کہ جو چاہیں کرتے رہیں آگے کوئی حساب اور باز پُرس نہیں۔ یہاں جو کچھ ہم عمل کرتے ہیں۔ کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ پس مر گئے سب قصّہ

(قسط ۲)

ارشاد فرمایا اَلَمْ یَرَوْ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ - کیا یہ نہیں دیکھتے - (جو بات زیادہ مشہود ہو تو قرآن کریم کی یہ اصطلاح ہے کہ وہاں یعنی جاننے کے لفظ کو دیکھنے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، دیکھنا جو ہے یہ علم شہود ہوتا ہے یعنی جو مشاہدے کا علم ہے جسے عین الیقین کہتے ہیں - یقین کی آنکھ - وہ دیکھنے سے متعلق ہے - قرآن مجید میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو - اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ط کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھیوں والے کے ساتھ کیا کیا؟ حالانکہ جس سال ہاتھیوں والوں کا معاملہ ہوا، یمن کا وہ بادشاہ ابرہہ جس سال تباہ ہوا مکہ مکرمہ کی وادیوں میں، اُسی سال ولادت ہوتی ہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی - مگر یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں اتنا مشہور ہے کہ ہر ایک انسان اس واقعہ کو جانتا ہے اس لیئے بجائے اَلَمْ تَعْلَمُوْ کے اَلَمْ تَرَ کے ساتھ تعبیر فرمایا)

اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اَلَمْ یَرَوْا کیا یہ دنیا والے، قرآن مجید کے پہلے مخاطب مکے کے لوگ، آپؐ پر اعتراضات کرنے والے، آپؐ کی اس تبلیغ کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے والے، آپؐ کے دعوے کے متعلق (نعوذ باللہ) تکذیب کا الزام لگانے والے، یہ اس بات کو نہیں جانتے؟ میرے عذاب سے نہیں ڈرتے - کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ ط ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو تباہ کیا ہے؟ ان کے سامنے قوم ثمود کے واقعات نہیں ہیں؟ ان کے سامنے قوم عاد کے واقعات نہیں ہیں؟ ابھی فرعون کا بیڑا غرق کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام کو نجات بخشی ہے - یہ تو مصر اور عرب کی حدود آپس میں ملتی ہیں، کیا یہ نہیں جانتے وہ خدا جو فرعون جیسے بڑے ظالم اور مغرور بادشاہ کو غرق کر سکتا ہے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مصر اور فلسطین کی حکومت دے سکتا ہے کیا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء نہیں بنا سکتا؟ تاریخی شہادت پیش فرمائی -

مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ ہم نے ان کو زمین میں وہ اقتدار بخشا، وہ اختیار بخشا، وہ قوت دی، مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ - جو ہم نے تم کو نہیں دی - اُن کے پاس بڑے سازو سامان تھے - قرآن مجید نے ان کے تمدن کی تعریفیں ایک مقام پر کیں - ہمارے سمجھانے کے لئے تشریحات فرمائیں - جیسا کہ سورۃ فجر میں فرمایا - اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ۝ ایسی ابھی تک بستیاں بنائی ہی نہیں گئیں، اتنے اونچے متمدن تھے، ایسی کوٹھیاں اور محلات بنانے والے - لیکن فرمایا - اَلَمْ تَرَ - یہ بھی دیکھا کہ نہیں دیکھا؟ میں نے کیسا رگڑا دیا - اُن کو - فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْ بَاقِیَۃٍ ط آج دنیا میں ان کی نسل بھی باقی نہیں رہی - یہاں پر بھی فرمایا ——

مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ - ہم نے ان کو جگہ دی، اقتدار دیا، اختیار دیا، اُن کی زمینوں میں، اُن کے ملکوں میں، مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ جو ہم نے تم کو نہیں بخشا - تمہارے مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں تو وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ہے، یہاں تو کھجور کے چند پودے ہیں، پانی تک نہیں، اگر زمزم کا پانی بند ہو جائے، تمہارے پینے کا پانی نہیں، نہ تمہارے پاس کوئی کوٹھیاں ہیں، نہ ملیں ہیں، نہ کارخانے ہیں، اُن سے پوچھو، عادیوں اور ثمودیوں سے پوچھو - ان کو میں نے کیسا تباہ کیا؟

وَّاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِّدْرَارًا ص

اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں - دیکھو قوم شعیب کے اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ کو دیکھو، جھنڈوں کے جھنڈ درخت تھے بارشیں برستی تھیں، باغات تھے، کھیتیاں تھیں، لہلاتی تھیں، سرسبز تھیں -

وَجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمْ - اور ہم نے نہروں کو بنا دیا جو ان کے نیچے بہتی تھیں، محلوں میں پانی لے گئے، اپنے محلوں میں چھوٹی چھوٹی نالیاں بنائیں، اپنی زندگی کو پُر بہار بنایا، پُر زینت بنایا، ہم نے ان کو اتنے دنیاوی سازو سامان سے مزین کیا، لیکن پھر کیا ہوا؟

فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ - پس ہم نے ان کو تباہ کر دیا ان کے گناہوں کی پاداش میں —— ہم نے جب نوازا - دنیاوی طور پر تو بڑا نوازا - اور ہمارے عذاب کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے - اللہ تعالےٰ کا عذاب میرے بزرگو! دو طریقوں پر آتا ہے - ایک عذاب آتا ہے عذاب کی شکل میں، ایک عذاب آتا ہے رحمت کی شکل میں - یاد رکھیں جو عذاب آئے گا عذاب کی شکل میں وہ گنہگاروں کے لئے ایک اعتبار سے اچھا ہوتا ہے کہ گنہگار سنبھل جاتا ہے - اگر عذاب آ جائے رحمت کی شکل میں تو اس عذاب سے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو بچائے - کیونکہ پھر انسان سمجھتا ہے کہ میں تو بڑا نیک ہوں، بڑا اچھا ہوں، یہ مجھے ڈرایا جاتا ہے، یہ ویسے غلط ہے -

ایک نوجوان امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں - آتے ہی عرض کرتے ہیں - اللہ کے نبیؐ! آج ایک عجیب بات ہوئی - (علامہ سرخسیؒ نے اس حدیث کو مبسوط میں نقل فرمایا -) فرمایا امام الانبیاءؐ نے - کیا ہوا؟ عرض کیا - اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں حاضر خدمت ہو رہا تھا تو میں نے جب ایک گلی سے موڑ کاٹا، دوسری گلی میں آنا چاہا - آپؐ کی خدمت میں آ رہا تھا تو اتفاقاً، اچانک، میرا جو ماتھا تھا وہ ایک دیوار کے ساتھ ٹکرا گیا،

مجھے شدید درد ہوا ـــ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتے تھے کہ واقعات کیا ہیں، یہ کیوں سر ٹکرا گیا، اس کا پاؤں کیوں لڑھک گیا، یہ کیوں لرز گیا، اس کے پاؤں میں کیسے پھسلن پیدا ہو گئی ـــ ہاں، ہم تو جانتے ہی نہیں ان باتوں کو، میرے بزرگو! ہم تو سمجھتے ہی نہیں ان باتوں کو، ہم اسباب کچھ اور تلاش کرتے رہتے ہیں حالانکہ اسباب کچھ اور ہوتے ہیں ـــ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً یہ فرماتے ہیں کہ تو نے راستے میں آتے ہوئے کوئی گناہ تو نہیں کیا؟ یہ کہ تیرا ماتھا لگ جاتے دیوار کے ساتھ اور تیرے ماتھے میں چوٹ آ جائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ مَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ یہ بات کیا ہوتی؟ وہ بھی صادق تھے، عرض کرتے ہیں اللہ کے نبیؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بات اصل میں یہ تھی جب میں آ رہا تھا۔ سامنے سے ایک لڑکی آئی۔ میری نظر اُس پر پڑ گئی۔ بس اتنی سی بات ہوئی ـــ پہلی نظر مباح ہے اور دوسری نظر حرام ہے۔ آج نظر کے فتنے میں مسلمان پھنس گئے۔ کہتے ہیں کہ جی نماز کو جی نہیں چاہتا۔ دل کیسے چاہے؟ سارا دن تو فوٹو کھینچنے میں گذرا پھر دل نماز کی طرف ہو؟ آنکھیں وہ گناہ کرتی ہیں، میرے بزرگو! یہ آنکھ اور کان، یہ دونوں دل کے راستے ہیں۔ اپنی بچیوں سے بھی میں درخواست کرونگا کہ فوٹو نہ اتروایا کریں نہ فوٹو دیکھا کریں اخباروں میں کیا ہوتا ہے؟ یہ پاسپورٹ بنے ہوتے ہیں فرمایا۔ هُوَ الَّذِيْٓ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ یہ تیرے دل کے دروازے دو ہیں تیرے کان اور تیری آنکھیں۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے تب جا کر دل پہ بات اثر کرتی ہے۔

تو وہ عرض کرتے ہیں نوجوان! اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالےٰ علیک وسلم) راستے میں جب میں آ رہا تھا ایک لڑکی پر میری نظر پڑ گئی اور وہ نظر غلط ہی قسم کی ہو گئی۔ امام الانبیاءؐ فرماتے ہیں تِلْكَ بِتِلْكَ اس نظر کی سزا تجھے مل گئی۔ خوش نصیب تھا بات کو سمجھ گیا، سنبھل گیا ـــ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

اور میرے بزرگو! ایک عذاب آتا ہے کبھی رحمت کی شکل میں ـــ قرآن مجید میں دیکھئے۔ پہلی قوموں میں سے بعض قوموں کو جب تباہ کیا گیا، نبیٔ وقت نے ڈرایا کہ اے اللہ کے بندو! خدا کے عذاب سے ڈرو ورنہ اب اللہ تم پر اپنا عذاب نازل کر دیں گے۔ انہوں نے کہا۔ یہ ویسے ہی کہتا ہے۔ دیکھو ہمارے ریگستانی علاقے میں رحمتیں آ رہی ہیں، بادل آ گئے، هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ یہ تو بارش آ گئی۔ ابھی مینہ برسے گا۔ ہمارے یہ ملک سرسبز ہو جائیں گے، پانی کی بہتات ہو جائے گی۔ یہ ہمیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے؟ یہ تو رحمت آ گئی۔ قرآن مجید کو دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۭ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وہ بادل برسنے والا رحمت والا نہ تھا بلکہ اس میں تو ہوا تھی، جھکڑ تھا، آندھی تھی اس نے ہر چیز کو بنیاد سے اکھیڑ دیا۔

دیکھا یہاں عذاب کس شکل میں آیا؟ رحمت کی شکل میں آیا ـــ وہ مچھلیاں پکڑنے والوں پر عذاب رحمت کی شکل میں آیا۔ آج اللہ مجھے اور آپ کو ایسے عذابوں سے بچائے۔ آج بھی کچھ حالات کی نوعیتیں یونہی ہیں ـــ ایک آدمی رشوت کھاتا ہے، سود کھاتا ہے، شراب پیتا ہے، اعمالِ بد کا مرتکب ہے، ہم کہتے ہیں واہ جی واہ! اس پر تو خدا کی بڑی مہربانی ہے ـــ "بھائی! تجھے کیا پتہ ہے؟ تیرے پاس کون سا میٹر ہے مہربانی کا؟" ـــ "اجی دو کاریں، تین موٹریں، اجی ہوائی جہاز، اجی بسیں، اجی چھکڑے، اجی کوٹھی، اجی لینٹر، اجی واہ واہ بڑا خدا راضی ہے" ـــ "بھائی! نماز پڑھتا ہے؟" "جی نماز تو اس کے باپ نے بھی کبھی نہیں پڑھی" ـــ "زکوٰۃ دیتا ہے؟" "اجی وہ تو ہے ہی منکر، سود خوار ہے، سود کھانے والے کب زکوٰۃ دیتے ہیں" ـــ "حج کیا ہے؟" "نہ جی حج کو تو بے کار سمجھتا ہے" ـــ "بیوی نماز پڑھتی ہے؟" ـــ "نہ جی بیوی بھی نہیں پڑھتی۔ بیوی تو ہے جرمنی کی یا فرانس کی وہ بے چاری کیا جانے نماز کسے کہتے ہیں" ـــ "او بھائی! کوئی بیٹا پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے؟ یا حافظِ قرآن ہے؟ یا کوئی بیٹی پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے؟ یا حافظِ قرآن ہے؟ جو اس کو قیامت میں کام آ سکے۔ اس نے اللہ کی امانت کو اللہ کے نام پر کہیں لگایا ہو؟" ـــ "نہ جی وہاں ان سب باتوں کی چھٹی ہے"۔ تو میں پوچھتا ہوں میرے دوستو! اس سے خدا راضی ہے کہ ناراض ہے؟ خدا تو ناراض ہے، اگر خدا راضی ہو ـــ دیکھئے۔ حدیثوں کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ۭ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں، وہ دین سمجھنے لگ جاتا ہے، اس کے قدم پھر مسجد کی طرف اٹھتے ہیں، اس کے قدم پھر قرآن سننے کی طرف اٹھتے ہیں ـــ الحمد للہ! اللہ آپ کو اور مجھے بھی قبول فرمائے۔ آپ کے قدم اللہ تعالیٰ نے اٹھائے۔ اگر اللہ نہ لاتا تو آپ کی کیا طاقت تھی؟ میری کیا طاقت تھی؟ ان نوجوانوں کی، یہ کلرک قسم کے لوگ، بابو قسم کے لوگ، عثمان غنی، خوشی محمد اور محمد اکرم صاحب، یہ بابو قسم کے لوگ، ان کا کیا کام داڑھیوں کے ساتھ؟ ان کا کیا کام قرآن مجید کی مجلسوں کے ساتھ؟ ان کا کیا کام دینی مجالس کے ساتھ؟ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے اس مردِ حق کی قبر پر جس نے ایک مجھ جیسے گنہگاروں کو بھی رب العالمین سے کچھ نہ کچھ شناسا کر دیا یہ انہی کی برکتیں ہیں، انہی کی رحمتیں ہیں، انہی کی صحبتوں کا فیض ہے۔ آج ہم ان لوگوں سے بھاگتے ہیں ـــ یاد رکھیں تعلیم کوئی چیز نہیں ہے۔ تعلیم کیا بلا ہے؟ تعلیم تو ایک فن ہے عمل تو تب پیدا ہوگا جب اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ تعلق قائم کر

نور اللہ مرقدہ

قبلہ حضرت سرگودھوی کی بارگاہ علیا میں

(مولانا قاضی عبدالکریم، کلاچی)

(۵)

کمالاتِ اہل کمال کی قدردانی

حضرت الاستاد سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالےٰ نے ایک جوہری کی نظر عطا فرمائی تھی آپ جوہر شناس تھے اور کسی معاصر کے کسی ایسے کمال کی قدر کرنے میں بھی ذرا تامل نہیں فرمایا جس کا خود آپ کے بعض کمالات یا ذمہ داریوں پر بھی اثر پڑ سکتا تھا۔ گویا قوامین شھدآء للہ ولو علی انفسکم کی جیتی جاگتی تصویر تھے فرحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ ——— اس سلسلہ کے چار واقعات نذرِ قارئین ہیں۔

(الف) آپ مغربی پاکستان کی ایک قدیمی، کثیر النفع، عظیم دینی درسگاہ مدرسہ سراج العلوم سرگودھا کے بانی اور مہتمم ہیں۔ مگر کھلے طور پر بارہا غائبانہ طور پر اپنے ہی مخلصین اور معتقدین کے مجالس میں فرمایا کرتے تھے

"مجھے مدرسہ چلانے کا کوئی ڈھنگ نہیں آتا نظم حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کا کام ہے شاہ صاحب بخاریؒ کے حوالہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ مدرسہ چلانا ہو تو اس کا ڈھنگ حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے سیکھو"۔

نجم المدارس کلاچی کی سرپرستی فرماتے ہوئے تشریف لاتے، دفتری رجسٹر ملاحظہ فرماتے، کبھی امتحانی پرچوں کا معائنہ فرماتے، تعمیری کام پر نظر ڈالتے تو ہمت افزائی کے طور پر آپ کا تبصرہ یہی ہوتا تھا۔

"تم میرے شاگرد نہیں بنے مدرسہ چلانے کے کام میں تم حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے شاگرد ہوئے"۔

مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر ایک دفعہ تشریف لے گئے۔ طلبار مدرسہ کا حسن اخلاق اور مہمانوں کی مہمانداری سے بہت زیادہ متاثر ہوئے واپسی پر غائبانہ خیر المدارس کی حسن تربیت کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے ہی اساتذہ اور طلباء کے سامنے اور تعلیماً انہیں بڑی سختی سے تنبیہ بھی فرمائی۔

لوگ جب تک ہم پیشہ معاصرین کے کاموں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیڑے نہ نکالیں اس وقت تک انہیں اپنی چودھراہٹ خطرہ میں نظر آتی ہے مگر اللہ والوں کی دنیا ہی اور ہے ؎

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نشد

(ب) ایک دفعہ مدرسہ نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ صبح کی نماز یہاں کے قریبی پہاڑ میں رہنے والے ایک بزرگ حضرت صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب مرحوم ومغفور خلیفہ ارشد حضرت نورالمشائخ صاحب کابلی مجددی فاروقی رحمہ اللہ تعالےٰ نے پڑھائی۔ نماز پڑھانے والے بزرگ غضب کا ضبط رکھتے تھے بیس سالہ گھریلو تعلقات کے باوجود خود ہمیں بھی یہ علم نہیں تھا کہ آپ قرآن مجید کے جید قاری بھی ہیں۔ میں حضرت سرگودھویؒ کے ساتھ ہی صف میں شامل تھا حضرت کے مزاج سے واقف تھا میرا اندازہ تھا کہ اگر حضرت کو یاد رہا تو ضرور کسی مجلس میں اس امام صاحب کے قرأت کی تحسین فرما دیں گے ——— میرے اندازہ کے عین مطابق حضرت نے سلام پھیرتے ہی دعا سے پہلے پہلے فرمایا۔ نماز کس نے پڑھائی؟ میں نے بتلایا تو فرمایا قرآن مجید بڑا اچھا پڑھا۔ دعا سے فارغ ہو کر جب نمازی اٹھے آپ نے فرمایا یہ ہیں کون، قرآن مجید بڑا اچھا پڑھا۔ یہ کہہ کر برآمدہ میں پہنچے اور اسی خوشی میں کہ انہوں نے قرآن مجید بڑا اچھا پڑھا۔ قدم بڑھا کر ان سے مصافحہ کیا۔ خود حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو تعجب ہوا کہ مجھ جیسی غیر معروف شخصیت کی طرف حضرت کیوں خاص محبت سے لپکے اور مصافحہ فرمایا مگر اصل میں کشش وہی تھی کہ انہوں نے قرآن مجید بہت اچھا پڑھا۔

(ج) آخری حج کا واقعہ بڑی بے تکلفی سے اپنے خدام کو سنایا کرتے تھے کہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا وعلیٰ مجاورہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک جید قاری صاحب جو کہ غالباً امام بھی تھے کی زیارت اور ان سے کلام الٰہی سننے کا شوق ہوا۔ فرمایا ان سے تلاوت کی فرمائش کرنے میں بے ادبی معلوم ہوئی اس لئے ایک قاری کو ساتھ لے کر عرض کیا۔ حضرت، یہ آپ کو کچھ آیاتِ کریمہ سنانا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی تالیفاً و تطیبیاً للقلب ——— قدموا بین یدی نجواکم صدقات کے ماتحت کچھ ہدیہ بھی سامنے رکھا۔ انہوں نے منظور فرمایا۔ اور قاری صاحب نے سورۃ نجم کی تلاوت شروع کر دی فرمایا لفظ والنجم سنتے ہی مدنی قاری صاحب نے فرمایا۔

لا لا یا شیخ ما أنزل القرآن ھکذا ——— ہوں ہوں شیخ! قرآن ایسا نہیں نازل ہوا جیسا تم نے پڑھا ——— غالباً ان قاری صاحب سے جیم ساکن صحیح ادا نہ ہو سکا۔ جس کی مدنی قاری صاحب نے اصلاح فرما دی۔ حضرت الاستاد المرحوم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضرت میں ہی کچھ سنا دیتا ہوں۔ انہوں نے منظور فرمایا تو میں نے تلاوت شروع کر دی۔ سنانے کی بات یہ ہے کہ یہاں تک پہنچ کر آپ پوری بے تکلفی سے فرمایا کرتے۔

"جیم ساکن کا تلفظ تو میں نے ان سے سیکھ ہی لیا تھا۔ اس لئے لفظ والنجم پڑھنے میں تو خیر گذری لیکن ماضل پر پہنچا تو قاری صاحب نے فرمایا۔

"سامحت یا مولینا ——— مولینا آپ سے بھی تسامح ہو گیا۔ الاستطالۃ فی الضاد لا فی اللام ——— استطالہ ضاد میں ہے نہ کہ لام میں۔ حضرت مرحوم نے فرمایا اصل مقصد تو قاری صاحب سے

ہی سنتا تھا یہ سب تو محض تمہیدی مقدمات تھے اب موقعہ ملا اور اپنی لغزشیں کام آئیں۔ عرض کیا کچھ حضرت ہی مہربانی کر کے سنائیں۔ فرماتے ہیں انہوں نے سنایا اور الحمد للہ مرکز اسلام کے قاری نے جیسا کہ چاہیئے تھا۔ قرآن مجید کے پڑھنے کا ایک حد تک حق ادا کر دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

دعوتِ غور واقعہ پڑھ کر ہمیں گذر نہیں جانا چاہیئے بلکہ حضرت الاستاد المرحوم کے آئینہ کردار میں ہم کو اپنا چہرہ بھی دیکھ لینا چاہیئے ایک ایسے بزرگ جن کے دنیوی وجاہت سے مرعوب ہونے کی کوئی وجہ نہیں، فرمائش کسی دنیوی کام کی نہیں خالص دینی اور وہ بھی تلاوت کلام پاک کی ہے مگر جس مقام مقدس سے انہیں نسبت ہے اس کی عظمت بے تکلفانہ فرمائش میں مانع ہے اس لئے۔ ہدیہ پیش کرتے ہیں، ایک دوسرے قاری کو واسطہ بناتے ہیں، پھر خود سنانے کی اجازت حاصل کرتے ہیں۔ تب کہیں جا کر تلاوتِ کلامِ پاک کی فرمائش کی جراٴت کرتے ہیں ؎

وما رعب الدیار اخاف قلبی
ولٰکن رعب من مسکن الدیار

دیوبندیوں کے دل میں عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی ہوتی ہے کا اتہام لگانے والوں نے بارگاہِ خداوندی میں اس مقدمہ سے براٴت کے لئے نہ معلوم کیا سوچا ہوا ہے کیا انہیں داورِ حشر کی عدالت میں پیش ہونے کا یقین ہی نہیں ——— حجۃ الاسلام حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ نعتیہ اشعار بچے بچے تک پہنچ چکے ہیں کہ ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسمؒ کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں بن کے تیرے غبار
ولے جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکہ گذار

اور ؎

بحق آنکہ او جان جہاں است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ رحمۃ الباری تو سرور کونین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آبروئے خدا بتلاویں۔ سواطع الالہام میں ہے ؎

بتیم مکہ محمدؐ کہ آبروئے خدا است
کسیکہ خاک درش نیست بر سرش خاک است

اور ؎

سر قضا و قدر ہمیں است اے ندیم
پیکان امر حق بہ کمان محمدؐ است

اور ؎

حفیظ خاک بہ بخت بلند مے نازد
کہ در مدیحۂ صنفش حدیث لولاک است

حضرت قاسمؒ گنبدِ خضرا دیکھ کر سبز رنگ کا جوتا پہننا چھوڑ دیتے ہیں حضرت گنگوہیؒ کھجور مدینہ کی گٹھلیاں کوٹ کر پی لیتے ہیں پھینکنا خلافِ ادب سمجھتے ہیں۔ کسی ملک کا بنا ہوا کپڑا صرف اس لئے چومتے ہیں کہ اس کو مدینہ منورہ کی ہوا تو لگی ہے۔ مگر دیوبندیوں کے دل میں عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی ہے کا افتراء تا دمِ زیست انگریزیت زندہ ہی رہے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خیر بات حضرت سرگودھویؒ کی چل رہی تھی کہ مدنی قاری کو فرمائش کرنے میں یہ سب وسائط اختیار کرنا عظمت نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نتیجہ تھا ——— علاوہ ازیں آپ فنِ قراٴت سے نہ صرف یہ کہ واقف ہیں بلکہ بطور تحدث بالنعمۃ ایک حد تک اس کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں اور متوسلین معتقدین اور تلامذہ کا بھی اچھا خاصہ حلقہ ہے مگر کسی مجلس کا امتیاز کئے بغیر پوری آزادی سے فرماتے ہیں۔ لفظ والنجم کا صحیح تلفظ تو میں نے ان سے سیکھ لیا مگر صلّ کے تلفظ پر انہوں نے مجھے ٹوکا۔ نفسانیت کے اس وبائی دور میں فلاں لفظ میں نے ان سے سیکھا، مجھے فلاں لفظ پر ٹوکا، فلاں قسم کی اصطلاح فرمائی کا بے تکلفانہ اپنی زبان سے اپنے ہی معتقدین میں اظہار کرنا میرے خیال میں تو ہر کسی کا کام نہیں۔ الا من رحم و ذالك هو الفوز العظیم۔

جامعہ حمیدیہ ہائی سکول کیلئے ایک لاکھ روپے کی گرانٹ

جامعہ حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور کے لئے محکمہ تعلیم حکومت مغربی پاکستان کی جانب سے مبلغ ایک لاکھ روپیہ بطور بلڈنگ گرانٹ منظور کیا گیا ہے اور ہائی سکول کھولنے کی منظوری بھی دے دی گئی ہے چنانچہ اس سال اپریل ۱۹۶۷ء میں چھٹی ساتویں اور نویں جماعت کا داخلہ شروع کر دیا گیا ہے جس میں بعض شرائط کے ساتھ غیر اقامتی طلباء بھی داخل کئے جائیں گے۔ یاد رہے کہ جامعہ حمیدیہ ۱۹۶۴ء میں سرائے مغل نزد ہیڈ بلو کی میں قائم کیا گیا تھا جس میں محکمہ تعلیم کے مروجہ نصاب کے ساتھ دینیات کی تعلیم و تربیت بھی دی جاتی ہے۔ امسال ۹ طلبا پانچویں جماعت کے وظیفے کے امتحان میں شامل ہوئے۔ سنٹر کے امتحان کا نتیجہ سو فیصد نکلا۔ بلکہ ممتحن حضرات نے مبارکباد دی کہ جامعہ کے طلباء کا معیارِ تعلیم بہت بلند ہے۔

(مولانا) محمد اکرم مینجر جامعہ حمیدیہ ہائی سکول سرائے مغل معرفت ہلال انجنیئرنگ کمپنی ملتان روڈ لاہور نمبر ۱۲ (فون ۶۶۰۰۰)

شیخ طریقت حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مدنی نقشبندی مدظلہٗ کے متعلقین کے نام

دار السلام اڈا موضع بر دیو۔ شیخوپورہ　　۳۰ اپریل ۶۷ء

محبی و مخلصی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد از دعا و سلام تحریر آنکہ مدینہ طیبہ سے قبلۂ عالم سیدی و مولائی و مرشدی مدظلہ العالی کا مکتوب ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کو موصول ہوا جس میں حضرت نے اپنی بیماری کا حال لکھا ہے کہ وہ عرصہ پانچ ہفتہ سے صاحب فراش ہیں۔ بخار کے علاج کے دوران کولہے میں ایک غلط ٹیکہ لگ جانے کی وجہ سے زخم ہو کر مواد پڑ گیا تھا۔ حرارت مستقل رہنے لگی ہے اور اشتہا بالکل نہیں ہے۔ متلی اور قے کی وجہ سے دوا بھی ٹھیک سے نہیں ہو سکتی۔ بیٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔ غذا بھی لیٹے لیٹے دو ایک چمچے کھا سکتے ہیں۔

لہٰذا جناب کو بذریعہ تحریر ہٰذا اطلاع دیتے ہوئے فقیر درخواست کرتا ہے کہ آپ اور جملہ متعلقین اور احباب حضرت والا کی صحت کاملہ و عاجلہ اور بقاء و درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کریں۔ والسلام والدعا

مسکین فقیر سید محمد علاؤ الدین جیلانی غفرلہٗ

ضروری اعلان

انجمن خدام الدین لاہور کا شائع کردہ قرآن عزیز ہدیہ بیس روپے کا کوئی نسخہ اگر کسی صاحب کے پاس فالتو ہو اور وہ اس کو قیمتاً دینا چاہیں تو ادارہ کو اطلاع بخشیں۔ (مینجر)

قرآن کریم تمام شرعی احکامات کی بنیاد ہے

رُوحانی امراض کے لئے کامیاب نسخوں کا ایک کامل مجموعہ

مفسر القرآن حضرت مولنا احتشام الحق صاحب تھانوی

قرآن کریم اسلام اور اس کے تمام احکام کی بنیاد ہے۔ خواہ ان کا تعلق عقائد اور افکار و خیالات کی اصلاح سے ہو یا کردار و عمل کی درستی سے۔ انسانی اخلاق میں اچھے بُرے کی تمیز کرنا ہو یا انفرادی و اجتماعی مسائل کو حل کرنا۔ زندگی کا معاشی اور معاشرتی پہلو ہو یا پیدائش اور موت کے متعلق رسوم و اعمال ہوں ان میں سے ہر ہر گوشہ اور فکر و عمل کی ہر ہر جزئی کے متعلق شرعی حکم کی بنیاد در اصل قرآن کریم ہی ہے۔ خواہ اصولی اور کلی طور پر ہو یا فروعی اور جزئی طریقہ پر، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ونزلنا علیك الکتب تبیانا لکل شیئ"۔ ہم نے آپ پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا۔ ہر چیز کو بیان کرنے کے لئے غرضیکہ قرآن کریم کے متعلق کچھ بیان کرنا یا لکھنا ہو تو مذکورہ بالا اور بہت سے پہلو ہوسکتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر گوشہ کو موضوع بنا کر قرآن کریم کا اعجاز ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس وقت قرآن کریم کی ترتیبی شان کو بیان کرنا مقصود ہے۔

قرآن کریم اور دوسری کتب سماویہ کے نزول میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ یہ کہ دوسری تمام آسمانی کتابیں بیک وقت اور یکبارگی نازل ہوئیں۔ اور مختلف رسولوں کو عطا کی گئیں ہیں لیکن قرآن کا نزول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مجموعی طور سے ایک ہی دفعہ نہیں ہوا بلکہ حالات و واقعات اور مواقع ضرورت کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا ہو کر تیئیس سال میں نازل ہوا کبھی ایک دو سورتیں کبھی ایک دو یا چند آیتیں اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ صرف ایک کلمہ ہی حسب ضرورت نازل کیا گیا۔ جناب شیخین نے حضرت سہیل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ کہ جب آیت كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ" (تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو سفید دھاگہ کالے دھاگے سے) نازل ہوئی اور اس کا آخری حصہ "مِنَ الْفَجْرِ" نازل نہیں ہوا تھا تو بعض لوگوں نے اس کا ظاہری مطلب سفید اور کالا دھاگہ سمجھ کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے پیروں میں ایک دھاگہ سفید اور ایک دھاگہ کالے رنگ کا باندھ لیا۔ اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہے جب تک صبح کی روشنی میں ان دونوں دھاگوں کا رنگ ممتاز نظر نہ آیا۔ تب آیت کا آخری کلمہ "مِنَ الْفَجْرِ" نازل ہوا اور ان لوگوں نے آیت کا اصل مفہوم سمجھا۔ غرض قرآن کریم کے نزول میں یہ حکیمانہ اصول برتا گیا۔ کہ جس موقعہ پر عقائد کی اصلاح کے لئے کسی آیت کے نازل کرنے کی ضرورت ہوئی اس وقت اور اس موقعہ کے مناسب درستی عقائد کے لئے آیتیں نازل فرمائی گئیں اور جب عملی تلقین و تبلیغ یا کسی کردار کی اصلاح کی ضرورت ہوئی۔ تو اس نوع کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اور اس طریقہ پر نزول قرآن میں بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ چنانچہ تھوڑا تھوڑا قرآن پاک اترتا رہا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو بڑی آسانی کے ساتھ یاد کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سہولت دفعتہً اور یکبارگی نزول میں نہیں ہوسکتی تھی۔ دوسرے سب سے زیادہ واضح مصلحت اس میں یہ تھی کہ قرآنی تعلیمات اس طرح بہترین طریقہ سے ذہن نشین اور قلوب میں محفوظ ہوجاتی تھیں اور قرآنی تعبیرات و احکام کا مطلب جیتی جاگتی تصویر کی شکل میں ذہنوں اور نظروں کے سامنے آجاتا تھا۔

نزول قرآن کا یہ تحفظ کتاب اللہ اور اس پر عمل کرنے کی سہولت کے اعتبار سے زیادہ بہتر تھا۔ مگر جن کفار کو بہر نوع اعتراض ہی کرنا تھا انہوں نے اس مفید ترین طریقہ نزول پر بھی اعتراض کیا

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

قرآن کریم نے ان کے اعتراض اور اس کے جواب کو خود اپنے الفاظ میں اس طرح نقل کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی بار اکٹھا نازل کیوں نہیں کیا گیا (حق تعالےٰ نے فرمایا) اس طرح تھوڑا تھوڑا ہم نے اس لئے اتارا کہ آپ کے دل کو اس کے ذریعہ قوی رکھیں۔ اور ہم نے اس کو بہت ٹھیر ٹھیر کر پڑھا۔

بہر حال قرآن کریم کے اس طرح حادثات و واقعات کے مناسب اترنے کی ترتیب میں اور پورے مضامین قرآن کی اصل ترتیب میں اختلاف ہونا ایک طبعی امر تھا یعنی قرآن کریم کی تلاوت کی ترتیب اور ہے اور نزول کی ترتیب دوسری ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کی ابتدائی سورتیں سورہ بقرہ و آل عمران وغیرہ مدنی سورتیں ہیں جو نبوت کے آخری دور میں نازل ہوئیں اور قرآن کی آخری طرف کی بیشتر سورتیں مکی ہیں جو ابتدائی دور رسالت میں نازل ہوئیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال رمضان المبارک کی ۱۷ یا ۲۴ تاریخ کو نزول قرآن کا آغاز ہوا اور سب سے پہلے سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے "مَا لَمْ يَعْلَمْ" تک اتریں۔ اور سب سے آخر میں سورہ بقرہ کی آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ نازل ہوئی۔

با ایں ہمہ علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں میں جو ترتیب پائی جاتی ہے یہ توفیقی ہے۔ یعنی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ترتیب ثابت ہے جب کوئی سورت یا آیت قرآن کریم کی نازل ہوتی تو حضرت جبرئیل آپ کو اس

ترتیب بتا دیتے اور آپ کاتبان وحی
کو فوراً بلا کر لکھواتے اور فرماتے تھے
کہ اس سورۃ کو فلاں سورۃ سے پہلے
اور ان آیات کو فلاں آیتوں کے بعد
اور فلاں آیتوں سے پہلے لکھو۔ چنانچہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سورہ بقرہ کی آیت مذکورہ کے
بارے میں مروی ہے کہ هذه اخر
اية نزل بها جبريل وقال النبي
صلى الله عليه وسلم ضعها في رأس
المائتين والثمانين من سورة البقرة"
یہ سب سے آخری آیت ہے جس
کو لے کر جبریل امین نازل ہوئے۔
اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہا کہ اس آیت کو سورہ بقرہ کی
دو سو اسی آیتوں کے بعد رکھئے۔

قرآن کریم کی ان دونوں ترتیبوں
میں اختلاف کی وجہ یہ بھی ہے کہ
قرآن کریم در اصل تمام روحانی امراض
کے علاج کے لئے مختلف قسم کے کامیاب
نسخوں کا ایک کامل و مکمل مجموعہ ہے۔
خواہ وہ روحانی امراض عقائد و نظریات
کی قبیل سے ہوں یا اخلاق و اعمال کی
قسم سے ہر مرض روحانی کا مداوا اور
علاج اس میں موجود ہے حتی کہ وہ قصص و
امثال جو قران میں بیان فرمائے گئے
ہیں وہ بھی اپنی تاثیر کے اعتبار سے
نفوس و ارواح کی اصلاح میں بڑا دخل
رکھتے ہیں۔ پس معالجہ روحانی کے اس
مجموعہ میں سے جس موقعہ پر جس حصہ
کی واقعات و حالات کی مناسبت سے
ضرورت ہوئی اس کو نازل فرما دیا۔
گیا اور ساتھ ہی ساتھ صحیفہ مقدسہ
میں اس کی اصل جگہ بھی بتا دی گئی
کہ کتابی ترتیب میں ان آیات کو
فلاں مقام پر رکھا جائے۔ اور اس
کی مثال بالکل ایسی ہی ہے۔ جیسے
جسمانی امراض کے معالجات کے لئے اعضاء
جسم کی ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھ کر
کوئی طبیب حاذق مرتب طور پر نسخے
جمع کرکے ایک کامل ترین کتاب تصنیف
کرے یا اپنی کوئی بیاض ترتیب دے
اور دوران علاج مثلاً کوئی پیٹ کی بیماری
کا مریض آئے تو درمیان کتاب اور
درمیان بیاض سے کوئی نسخہ لکھ کر مریض
کو دے اور اس کا علاج کرے۔ ظاہر
ہے کہ حالات اور مریضوں کی ضروریات
کے لحاظ سے نسخوں کے ذریعہ علاج کی ترتیب
تصنیف کی ترتیب سے مختلف ہوگی اور یہ
کہنا بالکل تقاضائے عقل کے خلاف ہوگا
کہ طبیب کی کتابوں میں نسخوں کی ترتیب
وہ ہونی چاہئے جو علاج کرنے میں پیش
آئی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی ترتیب
تلاوت اسلوب بیان۔ حکمتوں اور مصلحتوں کے
عین مطابق ہے۔ اور نزول کی ترتیب حالات
اور واقعات کے مطابق تھی۔

بقیہ:- حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

برادر محترم مولانا محمد صاحبؒ نے چونکہ
حدیث گنگوہ میں پڑھی تھی۔ اس لئے آپ
نے یہ ٹھان لیا کہ حدیث پڑھونگا۔ تو
گنگوہ میں پڑھوں گا۔ ورنہ نہیں پڑھونگا
مگر یہ زمانہ وہ تھا۔ جب حضرت محدث
گنگوہیؒ کی آنکھوں میں پانی اترنا شروع
ہو چکا تھا۔ اور حضرتؒ نے دورہ حدیث
کا درس بند فرما دیا تھا۔ حضرت مولانا
خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ جو آپؒ کی
صلاحیتوں کو پہلے ہی بھانپ چکے تھے۔
جب گنگوہ حاضر ہوئے تو امام ربانی سے
سفارش فرمائی کہ ایک مرتبہ دورہ حدیث
میری خاطر مولوی یحیی صاحبؒ کو اور پڑھا
دیجئے کہ ایسا شاگرد حضرت کو نہ ملا ہوگا
ــــ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے وعدہ فرما
لیا اور اب حضرت گنگوہیؒ کا وہ دورہ
حدیث شروع ہوا جس کو آخری دور کا
آخری منظر کہا جاتا ہے آپ کے طفیل ایک کثیر
جماعت جو مایوس ہو چکی تھی اس آخری بہار
کو دیکھنے پھر گنگوہ میں جمع ہو گئی ــــ آپ
نے دورۂ حدیث پڑھتے وقت اس کا اہتمام
کیا کہ حضرت گنگوہیؒ کی جو تقاریر بیں سبق
سنتے انہیں خارج اوقات میں ضبط کرکے لکھ
لیا کرتے تھے۔ جو ہر کتاب حدیث کی مستقل
تعلیق اور نادر الوجود شرح بن گئی

حدیث پڑھنے کے لئے آپ کا گنگوہ
آنا گویا حضرت محدث گنگوہیؒ کی خدمت کے
لئے اپنے کو وقف کرکے آنا تھا کہ بارہ برس
تک جانے کا نام نہ لیا حتی کہ امام ربانی
دنیا سے سدھار گئے ــــ آپ کا قیام
لال مسجد کے حجرہ میں ہوا۔ اور آخر تک وہ
حجرہ آپ کے پاس رہا ــــ آپ حضرت
گنگوہیؒ کو اولاد سے زیادہ پیارے تھے۔
حضرت آپ کو اپنے بڑھاپے کی لاٹھی اور
نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے تھے۔ کسی ضرورت
سے ادھر ادھر ہو جاتے تو امام ربانی بے چین
اور بے کل ہو جاتے تھے۔ بارہ برس کامل
اس لاڈ و پیار میں گزرے کہ کوئی اس کی
نظیر نہیں بیان کرسکتا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: درس قرآن

دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں
کی ایک نظر انسان کو وہ کچھ سمجھا
دیتی ہے جو سو سال کی محنت اور
مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے
اکابر میں سے بھی جو چمکے ہیں وہ
اسی سے چمکے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ:- انسان اشرف المخلوقات ہو کر انجام سے کیوں غافل ہے

ختم ہوا۔ جب سب عمل فرشتے اس اہتمام سے
لکھتے ہیں تو کیا یہ دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ
دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص
کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور اس
کا اچھا یا برا پھل چکھنا پڑے گا۔

حضرت العلامہ مولانا دوست محمد قریشی مدظلہ

مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ
جامع مسجد نہر والی گنج مغلپورہ میں خطبہ جمعہ
ارشاد فرمائیں گے۔ مستورات کے لئے پردہ کا
انتظام ہوگا۔ علامہ صاحب کی تقریر نماز جمعہ
سے قبل ٹھیک ۱ بجے شروع ہو جائے گی۔
جمعہ ۲½ بجے پڑھا جائے گا۔

تبلیغی جلسہ

وقار شریعت و طریقت حضرت علامہ مولانا
دوست محمد قریشی مدظلہ اور مولانا ڈاکٹر مناظر حسین
نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء
بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ بروز جمعہ بعد از
نماز عشاء جامع مسجد عید گاہ شیخوپورہ میں
خطاب فرمائیں گے۔ اہالیان علاقہ جوق در جوق
جلسہ میں شریک ہوں اور ثواب دارین حاصل کریں
ماسٹر عبدالرحمن لدھیانوی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی یاد میں انجمن فاروقیہ نارووال کے زیر اہتمام مورخہ
۱۲، ۱۳ اپریل ۱۹۶۷ء کو بعد از نماز عشاء منڈی
حاجی اللہ دتہ میں پندرھواں سالانہ اجتماع ہوگا۔ جس
میں ۱۳ اپریل مطابق ۴ محرم الحرام کو امیر اہل سنت
حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری اور ترجمان
اہل سنت حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی
کے علاوہ دیگر علماء تقاریر فرمائیں گے۔
یہ اجلاس مناظر العلماء مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر
خدام الدین کی صدارت میں ہوگا۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

بدعنوانیوں کا حل

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرے سے یہ برائیاں اور بدعنوانیاں کیونکہ دور ہو سکتی ہیں ؟ میرا دعویٰ ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونا تو بڑی چیز ہے قرآن کریم کی اسی آیت پر اگر عمل درآمد ہو جائے تو جھوٹے دعووں، جعلی حلف ناموں، رشوت اور دیگر بدعنوانیوں کا وجود سرے سے ختم ہو سکتا ہے اور دھوکے، فریب، خیانت، ظلم، زیادتی، بے انصافی وغیرہ کا نشان ڈھونڈے سے نظر نہیں آئے گا۔

میرا یقین ہے کہ اس آیت کریمہ ہی پر عمل کرنے سے مال پاک ہو جائیں گے اور اس کا مبارک اثر اخلاق، معاشرت، سیاست، عدالت غرض زندگی کے ہر گوشے پر پڑے گا ——— اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ اور عمل کی توفیق دے۔ آمین۔ یا الہ العالمین

بقیہ : اداریہ

ہوگا ؟ ناخدایان ملک و قوم ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

دراصل اس تاخیر و تعویق کی وجہ یہ ہے کہ خود علماء میں اسلامی تفریق و اختلاف اور عدم تعاون کی فضا پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہی فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ کہیں اعتقادی اختلافات انہیں ایک دوسرے کے قریب ہونے سے مانع ہیں اور کہیں سیاسی مسالک انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے سے روکتے ہیں۔ اگر علمائے کرام اور رہنمایان عظام اس سلسلے میں مستعدی دکھائیں تو یہ بیل منڈھے چڑھ سکتی ہے ورنہ بس خدا ہی حافظ ہے۔ ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اگر ناخدایان قوم نے اس طرف عملی توجہ نہ کی اور زبانی دعوے کرتے رہے تو دن دور نہیں جب کہ قوم مکمل طور پر ذہنی ارتداد کی آغوش میں چلی جائے گی اور انسانی زندگی کے لئے اس سے بڑا کوئی المیہ نہ ہوگا۔

دو قومی شخصیتوں کا انتقال پُرملال

۸ر اپریل کے اخبارات نے بیک وقت دو قومی شخصیتوں مرکزی حکومت کے چیف پارلیمانی سیکرٹری الحاج ظہیر الدین عرف لال میاں اور سندھ و بلوچستان کے مشہور مسلم لیگی رہنما میر جعفر خاں جمالی کے انتقال پرملال کی روح فرسا خبر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

الحاج ظہیر الدین لال میاں بڑے دیرینہ قومی کارکن تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان سے قبل آزادی کی متعدد تحریکوں میں حصہ لیا اور پاکستان بننے کے بعد صدر ایوب کی حکومت میں چند سال مرکزی وزارت صحت کی مسند پر بھی فائز رہے۔ چنانچہ مرکزی وزیر صحت کی حیثیت سے ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کہ ایلوپیتھی کے علاوہ علاج کے دوسرے طریقوں کو بھی پذیرائی نصیب ہوئی اور ہومیوپیتھس اور حکماء و وید صاحبان کی رجسٹریشن کا آرڈیننس نافذ ہوا ——— وہ شکل و صورت کے اعتبار سے ایک دیندار شخص نظر آتے تھے اور انہیں مذاہب سے فی الواقعہ ایک گونہ انس تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین !

میر جعفر خاں جمالی سندھ و بلوچستان کے مقبول و محبوب رہنما اور مسلم لیگ کے صف اوّل کے لیڈروں میں شامل تھے۔ سیدی و مولائی قطب العالم حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ سرہ سے انہیں بیحد عقیدت تھی۔ اور راقم الحروف نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ شیرانوالہ آ کر حضرت رحمۃ اللہ کے دروازے پر دعا کرانے کے لئے گھنٹوں کھڑے رہتے اور اسے اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے۔ ان کی وفات پر ملک کے اکثر رہنماؤں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اپوزیشن ایک فعال رکن سے اور سندھ و بلوچستان ایک مجاہد لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

الیسٹرن الیکٹرک موٹرز
سلطان رائس ہسکنگ مشین
سلطان مارکہ مصنوعات
آپ کے مستقبل کی ضامن ہیں - ہم سنہ ۱۹۲۰ء سے تجربہ کار وہ ہنرمندوں کی محنت سے سندھ ڈیل شیاری کی تیاری میں ملک و قوم کی ضرورت اور آسائش کو پورا کرنے کیلئے شب و روز مصروف ہیں
ایسٹرن الیکٹرک موٹرز، ایسٹرن پمپنگ سیٹس
سلطان کاسٹ آئرن سینیٹری پائپ اینڈ فٹنگ
سلطان رائس ہسکنگ مشین
کی صنعت میں خاص شہرت حاصل ہے
C. I. Rainwater Pipe with ears
C. I. Soil. Pipe Without ears
Shoes
Heads
Heavy and Standard
Heavy Roadway Cover and Frame
Heavy Circular Ventilating Roadway Cover
Sluice Valve
Flushing Cistern
سلطان کاسٹ آئرن پائپ اینڈ فٹنگ
63059-66766
ٹیلیگرام: "SULTAN PIPE"
تیار کردہ: سلطان فونڈری رجسٹرڈ، بادامی باغ لاہور (مغربی پاکستان)

سب سے اچھے
سب سے سستے
پی - سی - ٹی مارکہ
پرزہ جات سائیکل
پی - سی - ٹی انڈسٹریز (رجسٹرڈ)
(سامان سائیکل بنانے والے)
دفتر: نیلا گنبد - فون نمبر ۶۵۹۴۳
کارخانہ: ۱۳۹ ملتان روڈ - لاہور
فون نمبر ۹۰۰۵

بچوں کا صفحہ

حضرت سعد بن خثیمہ رضؓ

باپ پر جنّت کو ترجیح

نام وغیرہ آپ کا نام گرامی سعد ہے۔ کنیت ابوخثیمہ، لقب خیر، والد کا نام خثیمہ بن حارث ہے ان کے بزرگوار باپ خثیمہ صحابی تھے۔ اُحد کے معرکے میں جام شہادت سے سرشار ہوئے۔

قبول اسلام عقبہ میں شریک تھے بنی عمر بن عوف کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور دوسرے حالات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے پہل قبیلہ عمرو بن عوف میں قیام فرمایا اور حضرت کلثوم بدالہدم کے گھر کو مسکن مبارک قرار دیا۔ اس دوران میں ملاقات کے لئے حضرت سعدؓ کا مکان تجویز فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار سے انہی کے مکان میں ملتے تھے۔ اس بناء پر بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپؐ نے سعد بن خثیمہ کے ہاں قیام فرمایا تھا۔ حضرت سعد کا گھر منزل العزاب (العزاب) کے نام سے مشہور تھا۔

عجیب واقعہ غزوہ بدر میں شرکت کا قصد کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ باپ نے ان سے کہا۔

"ہم دونوں میں سے ایک آدمی کو گھر پر رہنا چاہیئے۔ اس بناء پر تم یہیں رہو۔ میں جہاد پر جاتا ہوں"۔

فرزند سعادت مند حضرت سعدؓ نے صہبائے یقین و ایمان سے سرشار ہو کر جواب دیا۔

"اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو آپ کو ترجیح دیتا میں خود جاؤں گا اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے شہادت عطا فرمائیں گے"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سینوں میں عشق جنت اور شوق شہادت کا یہی جذبہ موجزن تھا۔ جس کی بدولت اسلام کا علم بلند سے بلندتر ہوتا چلا گیا اور آفتاب رسالت کی شعاعیں چاردانگ عالم میں پھیل گئیں۔ دورِ حاضر کا مسلمان مجاہد اسی بے پناہ جذبے کا وارث ہو کر اپنے سے کئی گنا زیادہ قوت کے سامنے تن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اسلامی جرأت و مردانگی کے جوہر دکھاتا ہوا اپنے اسلاف کی تاریخ پر اپنے خون کی مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ گزشتہ پاک بھارت جنگ میں چشم عالم نے اسلام کی اس صداقت کا مشاہدہ کر لیا۔

شہادت شفقت پدری نے مجبور کیا کہ فرزند پیچھے رہے اور باپ میدان جنگ میں جائے۔ لیکن حضرت خثیمہ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ انہوں نے قرعہ ڈالا۔ جس سینے میں شوق شہادت کا تلاطم اٹھ رہا تھا۔ قرعہ فال اسی کے نام نکلا۔ باپ نے مجبور ہو کر اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پہنچے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے ایک مشرک طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں اپنی مراد کو پہنچے۔ اور راہی جنت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

اولاد ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ بتایا جاتا ہے۔ جو نہایت کم سنی میں باپ کے ساتھ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت سعدؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فیض الاسلام)

حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت

عمر بن اسحاق روایت کرتے ہیں۔ علمائے سیر کا بیان ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ (ضرورت مندوں کے لئے) دوہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا:۔

"اب ہمیں دودھ دوہ کر کون دیا کرے گا؟"

حضرت ابوبکر نے جواب دیا:۔

"میں۔ ! خلافت کا منصب میرے اعمال و کردار میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا"۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کہا پورا کیا اور قبیلہ کے ضرورت مندوں کو خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے رہے آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (محاسن الآثار)

عمرؓ سے زیادہ عالم

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے۔ اتنے میں انہوں نے سنا۔ ایک اعرابی اپنے رب کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:۔

"یا اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے!"

یہ سن کر حضرت متعجب ہوئے۔ فرمایا۔

"اس آدمی کو میرے پاس لاؤ"۔

جب وہ سامنے آیا تو فرمایا "اے اعرابی! تیری ایسی نرالی دعا میں نے آج تک نہیں سنی آخر اس کا مطلب کیا ہے؟"

اعرابی نے جواب دیا" آپ کو معلوم ہے یا امیرالمومنین!

اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا۔ آپ نے فرمایا "کس طرح معلوم ہے مجھے؟"

اعرابی نے کہا" کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے۔ وقلیل من عبادی الشکور (اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے ہیں) لہٰذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے اور چونکہ ایسے شکر گزار بندے کم ہیں لہٰذا ان ہی کم یعنی قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بھی بنا دے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا۔" سچ کہا تو نے۔ اب تو جا سکتا ہے"۔

پھر آپ نے فرمایا "ہر شخص عمرؓ سے زیادہ عالم اور واقف ہے"۔

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۶-۲۸۱ مورخہ ۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۶-۲-۹ DD مورخہ ۲۴- اگست ۱۹۶۴ء

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز
تجشیۂ جدیدہ

دیدہ زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزیّن

مرتبہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
—	۱۲/- روپے	۸/- روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔